Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 03, July - September 2025, **PP**: 29-43
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

صوفیاء کے عقیدہ نبوت ورسالت پر ناقدینِ تصوف کے نقد کا جائزہ

An Analysis of the Critiques of Ṣūfī Beliefs on Prophethood and Messengership

1. **Dr. Muhammad Akram**
akramfqchfd@gmail.com
Assistant Professor,
Government College of Technology,
Pindi Bhattian, Hafizabad.

2. **Muhammad Saad**
saadrasheed101@gcuf.edu.pk
Visiting Lecturer,
Government College University Faisalabad,
Hafizabad Campus.

How to Cite: Dr. Muhammad Akram and Muhammad Saad. 2025: "An Analysis of the Critiques of Ṣūfī Beliefs on Prophethood and Messengership". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (03): 29-43.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
27-07-2025	22-08-2025	01-09-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

صوفیاء کے عقیدہ نبوت ورسالت پر ناقدینِ تصوف کے نقد کا جائزہ

An Analysis of the Critiques of Ṣūfī Beliefs on Prophethood and Messengership

1. **Dr. Muhammad Akram**
   Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.
   akramfqchfd@gmail.com

2. **Muhammad Saad**
   Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.
   saadrasheed101@gcuf.edu.pk

Abstract

The doctrines of prophethood and messengership occupy a pivotal place in Islamic theology, shaping the core of Muslim belief and intellectual reflection. Within this discourse, Ṣūfī thought elaborated distinctive interpretations of the nature, functions, and spiritual dimensions of prophethood and messengership, articulated through symbolic, metaphysical, and experiential frameworks. While these perspectives enriched the spiritual and mystical heritage of Islam, they simultaneously became a focus of criticism from opponents of Ṣūfīsm, who contended that certain mystical formulations risked compromising theological orthodoxy or obscuring doctrinal clarity. This article undertakes a critical examination of these debates by analyzing both the epistemological and metaphysical foundations of Sufi conceptions and the principal objections raised by their critics. The study seeks to provide a balanced scholarly evaluation of this controversy, tracing its implications for Islamic theology, mysticism, and the broader discourse on orthodoxy and heterodoxy within Muslim intellectual history.

Keywords: *Prophethood, Ṣūfī Thought, Mysticism, Islamic Theology, Metaphysical.*

تمہید

اسلامی فکر میں عقیدۂ نبوت و رسالت بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے، جس پر مختلف مکاتبِ فکر نے اپنے اپنے زاویۂ نظر سے بحث کی ہے۔ صوفیاء نے اس موضوع کو نہ صرف عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی بلکہ اسے باطنی، روحانی اور عرفانی تناظر میں بھی واضح کیا۔ ان کے ہاں نبوت و رسالت محض تشریعی اور قانونی پہلو تک محدود نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انسانی روح کی تکمیل، قربِ الٰہی کے مدارج اور کائناتی حقیقتوں کے انکشاف کا ذریعہ بھی ہے۔ تاہم صوفیاء کے ان تصورات کو ہر دور میں ناقدین کی جانب سے سوالات اور تنقیدات کا سامنا رہا، جنھوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ بعض صوفیانہ تعبیرات عقیدۂ رسالت کے کلامی اصولوں سے انحراف کا سبب بن سکتی ہیں۔ یہی علمی تناظر اس موضوع کی اہمیت کو دوچند کرتا ہے کہ صوفیاء کے افکار اور ان پر ہونے والی تنقیدات کو تحقیقی و تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تاکہ اسلامی عقیدہ، تصوف اور علمی روایت میں اس بحث کی اصل حیثیت اور اثرات سامنے آسکیں۔

صوفیاء کا عقیدہ نبوت ورسالت اور ناقدینِ تصوف

ناقدین تصوف نے صوفیا کے تصور نبوت و رسالت پر نقد کیا ہے۔ ان کے خیال میں صوفیا کے ہاں اجرائے نبوت کا تصور پایا جاتا ہے، یعنی صوفیا کسی غیر تشریعی نبی و رسول کے آنے کے قائل ہیں۔ غلام احمد پرویز، احسان الٰہی ظہیر اور جاوید احمد غامدی نے اس

تصور نبوت پر نقد کیا اور اس عقیدے کو ختم نبوت پر نقب زنی قرار دیا ہے۔ غلام احمد پرویز، احسان الٰہی ظہیر اور جاوید احمد غامدی کے نقد کو حسب ذیل نقل کیا جاتا ہے۔ غلام احمد پرویز کے خیال میں صوفیا نے ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر نقب زنی کا ارتکاب کیا ہے۔ غلام احمد پرویز صوفیا کے عقیدہ ختم نبوت کے متعلق "تصوف کی حقیقت" میں رقم طراز ہیں:

اسلام کی انفرادیت اور افضلیت کا مدار ختم نبوت پر ہے اور تصوف نہایت لطیف انداز سے ختم نبوت کی مہر کو توڑ دیتا ہے۔ نبوت کا مدار مدعی نبوت کے اس دعویٰ پر تھا کہ اسے خدا کی طرف سے براہ راست علم حاصل ہوتا ہے تصوف کا دعویٰ بھی یہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نبی کو عطاء ہونے والے علم کا نام وحی ہے اور صوفیا نے اس علم کا نام کشف والہام رکھ لیا۔ وحی نے اپنے آپ کو نبی یا رسول کہہ کر پیش کیا، صاحب کشف نے اپنے آپ کو صوفی یا ولی کہہ کر پکارا۔ فرق صرف اصطلاحی الفاظ میں ہے حقیقت کے اعتبار سے دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔[1]

غلام احمد پرویز کی طرح احسان الٰہی ظہیر بھی صوفیا کے تصور نبوت پر نقد کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں صوفیا اہل تشیع کی طرح ولی کو نبوت کے تمام اوصاف سے بھی متصف قرار دیتے ہیں۔ صوفیا کے سر خیل شیخ اکبر ابن عربی کی کتاب سے عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبوت اُم الکتاب میں جمع ہے اُم الکتاب کی کنجی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ نبوت مخلوق کے درمیان قیامت تک جاری رہے گی اگرچہ شریعت ختم ہو چکی ہے۔ شریعت تو نبوت کے اجزاء میں ایک جزو ہے اس دنیا سے خدا کی اخبار تو منقطع نہیں ہو سکتی۔ اگر خدا کی اخبار ہی منقطع ہو جائیں تو انسان کی روحانی غذا ختم ہو جائے اور اس کی بقاء اور وجود مشکل ہو جائے۔[2]

احسان الٰہی ظہیر نے یہ عبارت اپنی کتاب کے عنوان نبوت کا اجراء میں دلیل کے طور پر نقل کی ہے۔ یوں ہی جاوید احمد غامدی نے صوفیا کے تصور نبوت پر نقد کیا ہے، ان کے خیال میں صوفیا کے نزدیک اب بھی اجرائے نبوت کا تصور موجود ہے۔ وہ صوفیا کے ہاں اجرائے نبوت کے لیے دلیل ابن عربی کی فتوحات مکیہ سے نقل کرتے ہیں:

چنانچہ جو نبوت نبی ﷺ پر ختم ہوئی وہ محض تشریعی نبوت ہے، نبوت کا مقام ابھی باقی ہے اس وجہ سے بات صرف یہ ہے کہ اب کوئی نئی شریعت نبی ﷺ کی شریعت کو نہ منسوخ کرے گی اور نہ آپ کے قانون میں کسی نئے قانون کا اضافہ کرے گی۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ نبوت و رسالت ختم ہو گئی اس لیے میرے بعد اب کوئی رسول اور نبی نہ ہو گا، درحقیقت اسی مدعا کا بیان ہے۔ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو گا جس کی شریعت میری شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ وہ جب ہو گا تو میری شریعت ہی کا پیرو ہو گا۔[3]

ڈاکٹر اسرار احمد سورہ احزاب کی آیت ختم نبوت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں اس آیت کے حوالے سے رسالت اور نبوت میں لطیف فرق کو سمجھ لیجیے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی لیکن آپ ﷺ کی رسالت اب بھی قائم و دائم ہے اور تا قیامت قائم و دائم رہے گی۔ اپنی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ براہ راست بنفس نفیس رسالت کے فرائض سر انجام دے رہے تھے، مگر اب آپ کے امتی آپ ﷺ کی طرف سے یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج دین کے جو خدام قرآن کا پیغام خلق خدا تک پہنچا رہے ہیں وہ گویا رسالت محمدی ﷺ ہی کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔[4]

رسول کے لغوی معنی کے اعتبار سے ہر امتی پر اطلاق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم رسول نہیں ہیں یہ بڑا مغالطہ ہے آپ بھی رسول ہیں۔ امت محمدی ﷺ کا ایک ایک شخص رسول ہے کیوں؟ یہ سوال غور طلب ہے اس لیے کہ ہمارا ایمان ہے کہ نبوت و رسالت محمد ﷺ پر اختتام کو پہنچی اور اکمال و تمام پر بھی۔ اب کار رسالت کی ذمہ داری امت محمدی ﷺ پر بحیثیت امت عائد کر دی گئی ہے۔[5]

غلام احمد پرویز اور احسان الٰہی ظہیر اور جاوید احمد غامدی اس بات کے قائل ہیں کہ صوفیا ختم نبوت کے بعد بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں، جبکہ ڈاکٹر اسرار احمد لغوی طور پر رسالت کے اجراء کے قائل ہیں اور وہ امت مسلمہ کے افراد کو رسول کریم ﷺ کے رسول قرار دیتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ناقدین تصوف کے نقد کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام کا تصور ختم نبوت کیا ہے پھر بعد ازاں ناقدین کے دلائل کا کتب صوفیا کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا کہ واقعی ہی صوفیا اجرائے نبوت کے قائل ہیں یا کہ ان کے افکار و نظریات کی تفہیم میں کوئی سہو واقع ہوا ہے۔

صوفیاء کے نزدیک عقیدہ ختم نبوت: تحقیق و تجزیہ

شیخ محی الدین اکبر ابن عربی پر ناقدین کی طرف سے اعتراض وارد ہوا کہ موصوف ختم نبوت کے قائل نہیں بلکہ اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ایسا نبی جس کی شریعت آپ کی شریعت سے متصادم نہ ہو، وہ آپ ﷺ کی شریعت کی پیروی میں آسکتا ہے۔ ناقدین کا بیانیہ دو حصوں پر مشتمل ہے:

- ابن عربی ختم نبوت کے قائل نہیں۔
- آپ ﷺ کی شریعت کے موافق نبی و رسول اب بھی آسکتا ہے۔

ابن عربی ختم نبوت کے قائل ہیں یا نہیں؟ اس بات کی حقیقت واضح کی جاتی ہے۔ "فصوص الحکم" میں ابن عربی نے فص عزیزیہ میں اپنے عقیدہ ختم نبوت کو یوں بیان کیا ہے:

لا نبی بعدی (یعنی) میرے بعد کوئی نبی نہیں (سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی، صحیح بخاری) کی حدیث نے تو (جیسے) اولیاء کی کمر توڑ دی۔ اس لیے کہ اس سے ذوق عبودیت کاملہ کا انقطاع (یا ختم ہو جانا) نکلتا ہے، اس وجہ سے کہ جو اسم بندہ کامل کے ساتھ خاص ہے وہ لفظ نبی و رسول ہے لفظ عبد میں کامل و غیر کامل سب شریک ہیں۔[6]

ابن عربی نے "فتوحات مکیہ" میں اپنے عقیدہ ختم نبوت کو یوں بیان کیا ہے:

آنحضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ ہی نبی، یعنی نبوت و رسالت کا دورانیہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے (الی آخر الحدیث) یہ حدیث ان چیزوں میں بہت ہی سخت ہے جس کی تلخی اولیائے کرام نے چکھی ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث انسان اور اس کی عبودیت کے ارتباط کو قطع کرتی ہے۔[7]

اب اس سوال کا جواب پیش کیا جاتا ہے کہ کیا تشریعی یا غیر تشریعی نبی کی آمد متوقع ہے؟ کیا ابن عربی تشریعی یا غیر تشریعی نبی کی آمد کے قائل ہیں؟ ابن عربی "فصوص الحکم" میں مذکورہ نظریے کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبوت تشریعی و رسالت بمعنیٰ صاحب وحی و احکام و صاحب اوامر و نواہی، وہ منقطع ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر

ختم ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نبی اولوالعزم (اور نہ) صاحب شریعت مستقل، جیسے موسیٰ علیہ السلام، نہ نبی تابع صاحب شریعت جیسے عیسیٰ علیہ السلام، تابع موسیٰ، اب کوئی بالاستقلال صاحب شریعت نہ آئے گا۔[8]

ناقدین کے بیانیہ کے دوسرے حصے کہ "آپ ﷺ کی شریعت کے موافق اب نبی ورسول آسکتا ہے" کی حقیقت یہ ہے کہ ابن عربی نے لغت اور اصطلاح کے اعتبار سے نبوت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: عرفی اور شرعی نبوت اور لغوی نبوت۔ وہ شرعی، عرفی اور اصطلاحی نبوت کے اجراء کے ہر گز قائل نہیں، بلکہ وہ لغوی نبوت کے قائل ہیں۔ یعنی احکام خداوندی کا انسانوں تک پہنچانا جسے بہ الفاظِ دیگر وراثت انبیاء کہا جاسکتا ہے۔ ابن عربی نے "فصوص الحکم" میں معرفت اسرار الٰہیہ کو باقی رکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

جو لغوی نبوت ہے یہ معرفت الٰہی و نبوت لغوی وارثان کو ملتی ہے جس میں تشریع نہیں ہے اور تشریع بھی ثبوت احکام میں بطور اجتہاد کے ملی، پس ان میں سے بھی ایک قسم کی وراثت مل ہی گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "العلماء ورثة الانبياء" یہ میراث کیا ہے وہی اجتہاد فی الاحکام جو پر تو تشریع نبی ہے۔[9]

"فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ" میں جب وہ کسی آنے والی شخصیت کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد عرفی نبی اور رسول نہیں، بلکہ لغوی معانی میں نبوت اور رسالت ہے۔ ناقدین نقد کے مطابق اگر صوفیا نے لغوی نبوت کے باب کا اجراء کیا ہے تو صوفیا نے اپنے لیے نہیں، بلکہ علماء کو ابن عربی نے وارث نبوت کہا ہے۔ ابن عربی لفظ رسول کے استعمال بارے فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:

اس لیے جب صحابہ کرام نے وحی آنحضور ﷺ کے الفاظ میں محفوظ کی تو یہ رسول اللہ ﷺ کے رسول ہوئے۔ اسی طرح تابعین صحابہ کرام کے رسول ٹھہرے، اسی طرح قیامت تک ہر جماعت اور گروہ کے پیچھے ایک جماعت اور گروہ کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ اگر ہم چاہیں تو جو شخص وحی کو لفظ بہ لفظ ہمارے پاس پہنچائے ہم اسے رسول خدا کہیں اور اگر چاہیں تو جس سے اسے یہ وحی پہنچی ہے اس کی طرف اس کی نسبت کریں۔ ہم درمیانی واسطوں کو حذف کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ آنحضور ﷺ کو جبرئیل امین نے خبر دی۔ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھے مگر ہم آنحضور ﷺ کو رسول جبرئیل نہیں بلکہ رسول خدا کہتے ہیں۔[10]

یہ وہ لغوی رسالت ہے جس کا تذکرہ ڈاکٹر اسرار احمد نے کیا، یعنی امت مسلمہ تبلیغ دین میں رسول کریم ﷺ کے رسول واقع ہوئے ہیں نہ کہ اصطلاحی معنی میں رسول اور جہاں تک ان کے عقیدہ ختم نبوت کا تعلق ہے وہ آپ ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور کسی تشریعی وغیر تشریعی رسول کے قائل نہیں ہیں۔ ابن عربی "فص عزیز" میں عقیدہ ختم نبوت کے بارے لکھتے ہیں:

نبوت تشریعی ورسالت بمعنیٰ صاحب وحی واحکام وصاحب اوامر ونواہی، وہ منقطع ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نبی اولوالعزم (اور نہ) صاحب شریعت مستقل، جیسے موسیٰ علیہ السلام، نہ نبی تابع صاحب شریعت جیسے عیسیٰ علیہ السلام، تابع موسیٰ، اب کوئی بالاستقلال صاحب شریعت نہ آئے گا۔[11]

تجزیہ

ناقدین تصوف نے صوفیا کے تصور نبوت پر نقد کرتے ہوئے ابن عربی کے نظریات کو بطور دلیل پیش کیا۔ عبارت کتب ابن عربی سے عیاں ہوا کہ ابن عربی کسی نئی نبوت کے قائل نہیں، بلکہ نبوت محمدی ﷺ کے قیامت تک جاری رہنے کے قائل ہیں

اور کسی غیر تشریعی نبی کی آمد کے قائل نہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بطور غیر تشریعی نبی و رسول کے قائل ہیں۔ وہ امتی نبی بن کر آئیں گے۔ علماء انبیاء کے وارث ہونے کے باعث نبوت کو قیامت تک جاری مانتے ہیں۔ وہ ہر گز مستقل یا تابع نبی کے قائل نہیں ہیں وہ انقطاع نبوت کے قائل ہیں۔

فکر احسان الٰہی ظہیر اور تصور ولایتِ صوفیا

فکر احسان الٰہی ظہیر کے مطابق صوفیا کے عقائد و نظریات غلو اور تفریط کا شکار ہیں اور ولایت کو نبوت سے افضل گردانتے ہیں۔ صوفیا کے تصور ولایت پر نقد کرتے ہوئے احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

> ان لوگوں نے صرف ان ہی بیہودہ عقائد و نظریات اور خرافات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید غلو کرتے ہوئے ولایت کو نبوت اور رسالت سے افضل قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا کہ اولیاء انبیاء اور رسل سے افضل ہوتے ہیں۔[12]

احسان الٰہی ظہیر کے نزدیک صوفیا کے ہاں تصور ولی نبوت کے برابر متعین کیا گیا ہے کہ ولایت زمان و مکان کے ساتھ مقید نہیں ہوتی جبکہ نبوت مقید زمان و مکان سے ماوراء ہے، صوفیا کے تصور ولایت کو شیخ ابن عربی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اپنے نقد پر شیخ ابن عربی کی کتاب "فصوص الحکم" کی عبارت کو نقل کرتے ہیں:

> بخلاف ولایت کے کہ وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی۔ وہ زمانہ اور مکان کے ساتھ محدود نہیں ہوتی اور ہر کسی کے لیے عام ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے لیے نبی اور رسول کا لقب پسند نہیں کیا، بلکہ ولی کا لقب پسند کیا اور قرآن پاک میں اسی کا استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسی طرح ایک اور مقام پر ہے "وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْد" تو یہ لفظ ولی اب بھی باقی ہے اور دنیا اور آخرت میں یہ لفظ چلتا رہے گا۔[13]

فکر احسان الٰہی ظہیر میں صوفیا کا تصور ولایت منصب نبوت کے برابر ہے، بلکہ صوفیا کے نزدیک نبوت سے بھی افضل ہے۔ اس تصور پر دلیل فصوص الحکم سے پیش کی گئی ہے۔ صوفیا کے تصور ولایت کا تحقیقی مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے ہاں ولایت کی حیثیت کیا ہے۔ کیا وہ نبوت سے افضل قرار دیتے ہیں یا ان کا تصور ولایت شریعت اسلامیہ کے اصولوں کے ماتحت ہے۔

فکر احسان الٰہی ظہیر کی تحقیق و تجزیہ

مقالہ کے اس حصہ میں اس بات کی تحقیق کی جائے گی کہ صوفیا کا تصور ولایت منصب نبوت کے برابر ہے یا افضل نبوت ہے؟ ابن عربی "فصوص الحکم" میں تصور ولایت کی لغوی تشریح کرتے ہیں:

> ولی، قریب، آقا، چچازاد بھائی، مددگار، کارساز، دوست، محبوب و محب، پشت پناہ اور مؤید ولی اللہ کی صفت بھی ہے اور مخلوق کی بھی، لہٰذا ولایت ہمیشہ رہنے والی چیز ہے کیوں کہ اللہ ابدی ہے تو ولایت بھی ابدی ہے۔ اللہ سب کا ولی ہے، والی ہے آقا ہے سب کا، کافر ہو یا مسلمان ہو، دوست ہے، کارساز ہے محبوب بھی اور محب بھی۔[14]

ابن عربی نے "فصوص الحکم" میں ولی کی حیثیت کو عیاں کیا ہے اور غلو اور افراط و تفریط کے رویے کی سختی سے مذمت کی ہے۔ غیر اسلامی تصور ولایت پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ولی: اس کے معنی مقرب الی اللہ کے ہیں۔ بعض اہل بدع، ولی کے معنی اولی بالتصرف کے لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جو چاہیں کریں، جس کو چاہیں حلال کریں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں۔ دین محمدی نا قابل نسخ ہے حرام و حلال کا حکم اللہ دیتا ہے۔ پیغمبر اس کے معلم ہیں۔ حلال و حرام کے سوا جو چیزیں ہیں وہ قابل اجتہاد ہیں اجتہاد

سے جو چیز معلوم ہو وہ ظنی اور غیر قطعی ہوتی ہے اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ غرض کہ محلل اور محرم (یعنی حلال و حرام کا فیصلہ کرنے والا صرف) اللہ ہے۔ نہ رسول، نہ ولی، نہ امام۔ لہٰذا اولی بمعنی محلل و محرم خدا کے سوا کوئی نہیں۔ ہاں اس کے معرف و معلم انبیاء وائمہ ہیں۔[15]

ابن عربی جو کہ ایک صوفی مفکر ہیں، کی عبارت سے عیاں ہوا کہ ولی کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے مقرب عبد کی ہے۔ وہ نبی اور رسول کے اختیار کا مالک ہر گز نہیں ہوتا بلکہ قرب الٰہی کے راستے پر گامزن ہوتا ہے۔ صوفیا کے ہاں نزول کتاب و صحائف سماوی کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن بندے اور رب کے درمیان قرب الٰہی کا مرتبہ ابھی باقی ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، جبکہ سلسلہ نبوت بند ہو گیا۔ سلسلہ ولایت کی وسعت کو ابن عربی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

واضح ہو کہ ولایت و قرب حق ایک فلک محیط اور عام ہے کہ ولی، رسول و نبی اور معمولی ولی بل کہ ہر مسلمان پر ایک لحاظ سے صادق آتا۔ اور اللہ تعالی پر بھی لفظ ولی صادق آتا ہے۔ لہذا ولایت و قرب الٰہی کبھی ختم و منقطع نہ ہو گا۔ ولایت کو بالعموم اسرار و حقائق سے عارف ہونا لازم ہے۔[16]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سلسلہ انبیاء کے رک جانے اور کتب و صحائف کی بندش سے ولایت کا مرتبہ بڑھ نہیں جاتا۔ ولایت تابع نبوت ہی رہتی ہے۔ ولایت قرب الٰہی کا درجہ ہے اسے عبادت کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔

ولایت پر نبوت کو فضیلت

ابو نصر سراج نبوت اور ولایت کے درمیان تفریق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو کرامات سید الکونین محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن اتباع کے نتیجے میں ملتی ہیں، تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ تابع کو متبوع پر اور مقتدی کو امام پر فضیلت دی جائے۔ انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطاء ہوتا ہے اس میں سے شمہ بھر اولیاء کرام علیہم الرحمہ کو عطاء ہوتا ہے۔[17]

انبیاء اور اولیاء میں مزید فرق بیان کرتے ہوئے ابو نصر سراج لکھتے ہیں:

ہم مختصراً یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے اضافہ معجزات باعث تکمیل فضیلت ہوتا ہے، جبکہ اولیاء کرام کے لیے جب کرامات میں اضافہ کیا جاتا ہے تو ان کا خوف بڑھ جاتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہ ہو گیا ہو اور اس طرح کہیں اس کی نظر میں وہ گر نہ جائیں۔[18]

کتب تصوف کی تصریحات سے یہ بات عیاں ہوئی کہ صوفیا کا تصور ولایت قرآن و سنت کی بیان کردہ تصریحات سے مطابقت رکھتا ہے۔ صوفیا کے تصور ولایت میں ولی چشمۂ نبوت سے سیر اب ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام قرب پر فائز ہوتا ہے۔ وہ نبی کا مقتدی اور تابع شریعت ہوتا ہے، ہر گز ولایت کو نبوت پر فضیلت نہیں دیتا۔ اس تصور کی سختی سے تردید کی گئی۔

صوفیا کا تصور خاتم الاولیاء اور فکر احسان الٰہی ظہیر

فکر احسان الٰہی ظہیر میں صوفیا کا تصور خاتم اولیاء ختم نبوت پر نقد زنی ہے، اس اصطلاح کے سہارے وہ ولایت کو نبوت سے افضل سمجھتے ہیں۔ اپنی اس فکر پر ابن اُبی کی عبارت کو بطور دلیل نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسی طرح خاتم الاولیاء بھی ہیں، وہ اس وقت بھی ولی تھے جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ خاتم الاولیاء کے علاوہ دیگر اولیاء بھی اس وقت ولی بنے جب انہوں نے خدائی اخلاق حاصل کیے، خاتم الرسل کی نسبت خاتم

الولایت کے ساتھ ویسے ہی ہے جیسے کہ دیگر انبیاء اور رسل کی خاتم الرسل کی طرف ہے۔ اس لیے کہ وہ ولی رسول اور نبی ہوتا ہے اور خاتم الاولیاء وہ ولی ہوتا ہے جو اصل مقام سے مشاہدہ مراتب حاصل کرتا ہے۔[19]

سید مودودی لفظ خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کے ساتھ یہ بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین وغیرہ القاب جو بعض لوگوں کو دیئے گئے ہیں۔ ان کے دینے والے انسان تھے اور انسان کبھی یہ نہیں جان سکتا کہ جس شخص کو وہ کسی صفت کے اعتبار سے خاتم کہہ رہا ہے اس کے بعد پھر کوئی اس صفت کا حامل پیدا نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے انسانی کلام میں ان القاب کی حیثیت مبالغے اور اعتراف کمال سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔[20]

سید مودودی خاتم الاولیاء، خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین جیسے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اسے کسی وصف میں اعتراف کمال سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے مراد ہرگز ختم مرتبت نہیں ہے، جبکہ احسان الٰہی ظہیر خاتم الاولیاء پر نقد کرتے ہوئے اسے نبوت سے اعلیٰ منصب قرار دیتے ہیں۔ کیا واقعی صوفیا کے ہاں تصور ولایت منصب نبوت سے اعلیٰ ہے؟ کتب تصوف سے تصور خاتم الاولیاء کی تحقیق کی جاتی ہے کہ ان کے ہاں اس منصب پر کون سی شخصیت متمکن ہے اور اس کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ چنانچہ آئندہ سطور میں اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

صوفیا کے تصور ولایت کی حیثیت

صوفیا کے ہاں وہ کون سی ولایت ہے جو نبوت سے افضل ہے؟ ابن عربی اس کے بارے لکھتے ہیں:

ہر نبی یا رسول میں دو جانب ہوتے ہیں (1) جانب اخذ، جانب تبلیغ سے اعلیٰ ہے اور (2) جانب قرب حق (جو) دائمی ہے، لہٰذا نبی کی جانب قرب الٰہی، نبی کی جانب تبلیغ سے اعلیٰ ہے۔ یہ معنی ہیں الولایة افضل من النبوة کے، اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ پیغمبر کی رسالت سے ولی تابع کی ولایت افضل ہے۔ پیغمبر کے کمالات ذاتی ہوتے ہیں (اور) ولی تابع کے کمالات بالعرض بتوسط پرتو کمالات نبی متبوع (ہوتے ہیں)۔[21]

ابن عربی نے وضاحت کی کہ نبی کی ولایت کی جہت نبی کی جہت رسالت سے اعلیٰ ہے۔ ولی کی ولایت ہرگز نبوت کے برابر نہیں، اعلیٰ تو دور کی بات ہے۔ ابن عربی اسی ولایتِ نبوت کے متعلق کہتے ہیں:

الولایة اعلیٰ من النبوة (یعنی) ولایت (نبی) سے اعلیٰ ہے تو اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ یعنی پیغمبر کی حیثیت قرب ومعیت اور علم ومعرفت، حیثیت تبلیغ وناموس واحکام سے اعلیٰ ہے۔ یا کوئی یہ کہے کہ ولی کا مرتبہ نبی ورسول کے مرتبے سے اعلیٰ ہے (تو) اس سے ایک ہی شخص کی دو حیثیتیں (اور) دو اعتبار مراد ہیں۔ یعنی رسول اس لحاظ سے کہ وہ ولی (اور) مقرب درگاہ عزت ہیں اس لحاظ سے کہ نبی ورسول ہیں۔ اعلیٰ و افضل ہیں۔ اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ ولی تابع، نبی متبوع سے، جو ضرور ولی بھی ہوتا ہے اعلیٰ واتم ہے، اس لیے کہ تابع اپنے متبوع کے مرتبے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔[22]

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کی قرب ومعیت اور علم وعرفان کی جہت، تبلیغ احکام شریعت سے اعلیٰ ہے۔

صوفیا کی اصطلاح خاتم الاولیاء کی تحقیق

ابن عربی نے "فصوص الحکم" میں خاتم الاولیاء کے منصب کی وضاحت یوں کی ہے:

ولایت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ انبیاء ورسل اولیاء ہونے کی وجہ سے مشکوٰۃ خاتم الاولیاء یعنی افضل الانبیاء سے ہی دیکھتے ہیں تو پھر دوسرے اولیاء کا کیا ذکر ہے۔ خاتم الاولیاء جو خود خاتم الانبیاء ہیں، عمل میں اس شریعت کے خود تابع ہوتے ہیں۔ جس کی وہ تبلیغ کرتے ہیں اس لحاظ سے خاتم االاولیاء حیثیت خاتم الانبیاء سے ایک طرح سے کم ہے تو ایک طرح سے زیادہ بھی ہے۔[23]

ابن عربی اصطلاح خاتم الاولیاء کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب خاتم الاولیاء کو لیجئے۔ اول تو قرآن وحدیث میں لفظ خاتم الاولیاء کی کوئی سند نہیں اور اگر خاتم الانبیاء پر قیاس کر کے خاتم الاولیاء کے معنی پیدا کیے جائیں تو خاتم الاولیاء بمعنی آخر الاولیاء یعنی وہ ولی جس کے بعد کوئی ولی نہ ہو (ہو گا) یہ لفظ اس شخص پر صادق آئے گا جو قرب قیامت میں ہو گا اور اس کے بعد کوئی ولی نہ ہو گا۔ اصطلاح جدید کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کا ولی و مقرب الٰہی مراد لیجئے تو اس کا مصداق (یا مراد) صرف صاحب مقام محمود، حبیب خدا ﷺ ہیں، اس لیے کہ ان سے زیادہ خدائے تعالی کا کوئی مقرب نہیں۔[24]

ابن عربی کے نزدیک حضرت محمد ﷺ خاتم الاولیاء ہیں، آپ ﷺ کی ولایت آپ کی نبوت ورسالت کی طرح ہمہ گیر ہے۔ آپ ﷺ کی ولایت تمام انبیاء ورسل سے افضل و برتر ہے۔ کتب صوفیا کے تحقیقی مطالعہ کے بعد یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ خاتم الاولیاء حضرت محمد ﷺ کا ہی منصب ہے۔ لہٰذا جس طرح آپ ﷺ کو انبیاء پر فضیلت ہے، یوں ہی آپ ﷺ ولایت کے بھی خاتم ہیں، ختم مرتبت ولایت و نبوت ہیں۔

عصمتِ اولیاء کا عقیدہ اور احسان الٰہی ظہیر

احسان الٰہی ظہیر کے نزدیک صوفیا ولی کو صرف نبوت وولایت کے مقام تک نہیں پہنچاتے بلکہ اہلِ تشیع کی مانند وہ ولی کو نبوت کے تمام اوصاف سے بھی متصف قرار دیتے ہیں، جس طرح شیعہ اپنے اماموں کے لیے نبوت والے اوصاف بیان کرتے ہیں اسی طرح صوفی بھی ان سارے اوصاف کو بیان کرتے ہیں، ان اوصاف میں سے ایک مشہور وصف عصمت یعنی معصوم ہونا ہے۔ احسان الٰہی ظہیر کے مطابق صوفیا عصمت اولیاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ موصوف کے خیال میں انہوں نے یہ عقیدہ اہل تشیع سے اخذ کیا ہے لہٰذا وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> صوفیا بھی اپنے اولیاء کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو شیعہ اپنے اماموں کے بارے میں رکھتے ہیں یعنی صوفیا اپنے رہنماؤں کو بعض دفعہ خدائی صفات سے متصف کرتے ہیں اور بعض دفعہ وہ ان کے لیے ایسی صفات بیان کرتے ہیں جو انبیائے کرام کا خاصہ ہیں۔ اگرچہ ان کی بھرپور کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کی شیعیوں کے ساتھ مشابہت ظاہر نہ ہو۔ اس کے لیے وہ کئی مقامات پر ان کی اصطلاحات سے مختلف اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔[25]

ڈاکٹر اسرار احمد عصمت اولیاء پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب خلفائے راشدین المہدیین اور صحابہ کرام پر ایمان لانے کا مطالبہ نہیں تو اولیاء اللہ پر، چاہے شیخ عبد القادر جیلانی ہوں چاہے معین الدین اجمیری ہوں کسے باشد، ان پر ایمان لانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم تو صحابہ کرام کو معصوم نہیں مانتے ان سے بھی خطاء ہو سکتی ہے لیکن خطائے اجتہادی ہو گی۔ اس میں بدنیتی

نفسانیت نہیں ہوگی۔"الصحابة كلهم عدول"اس لیے اولیاءاللہ سے بھی غلطیوں کا صدور ممکن ہے۔[26]

سید مودودی اولیاء کے عقیدہ معصومیت پر نقد کرتے ہوئے "تجدید واحیائے دین" میں لکھتے ہیں:

نیز اس خیال کے لیے بھی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ مہدی کوئی امام معصوم ہو گا۔ دراصل یہ معصومیت غیر انبیاء کا تخیل ایک خالص شیعی تخیل ہے جس کی کوئی سند کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے۔[27]

صوفیا کے متعلق اپنے نظریے کا اظہار کرتے ہوئے سید مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد مسئلہ عصمت میں صوفیا کو غیر معصوم مانتے ہیں، ان کے نزدیک نبی کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں ہے جبکہ احسان الٰہی ظہیر کے نزدیک صوفیا کے ہاں عصمت کا نظریہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احسان الٰہی ظہیر کے نقد کا اول قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا جائے کہ اسلامی تصور عصمت اور صوفیانہ تصور عصمت کیا ہے۔ بعد ازاں اس کا تجزیہ کیا جائے کہ کیا واقعی صوفیا کے ہاں عصمت اولیاء کا تصور موجود ہے یا ان کی اصطلاحات کے ادراک میں سہو ہوا ہے۔

عصمت کا مفہوم اور حقیقت وماہیت

سید شریف علی بن محمد الجرجانی نے عصمت کی مفہوم اپنی کتاب "کتاب التعریفات" میں یہ بیان کیا ہے کہ "گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔"[28]اسی طرح قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول نے عصمت کی تعریف کو یوں بیان کیا ہے:

انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ ہوتے ہیں اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء دونوں میں گناہوں پر قدرت اور اختیار ہوتا ہے لیکن انبیاء جب گناہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں گناہ پیدا نہیں کرتا اور اولیاء اگر گناہ کا ارادہ کریں تو اللہ ان میں گناہ پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ گناہ کا ارادہ کرتے ہی نہیں ہیں۔[29]

علامہ سعد الدین سعد بن عمر تفتازانی "شرح عقائد" میں لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی گناہ پر قدرت اور اس کے اختیار کے باوجود اس میں گناہ پیدا نہ کرے اور متکلمین کے اس قول کا بھی یہ معنی ہے عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو نیک کام پر اُبھارتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے باوجود اختیار کی بقاء کے، تاکہ مکلف ہونے کا معنی پایا جائے۔ اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی اور اس تحقیق سے ان لوگوں کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا۔ جنہوں نے کہا: عصمت شخص کے نفس میں یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کے سبب سے اس سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے اور یہ قول کیوں نہ فاسد ہو گا، کیوں کہ اگر بندہ سے گناہ کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہ کے ترک کا مکلف کرنا صحیح نہ ہو گا اور نہ اس کو گناہ کے ترک پر ثواب ہو گا۔[30]

علامہ غلام رسول سعیدی نے عصمت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا صحیح معنی یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ گناہ کے فعل پر قادر ہوتے ہیں لیکن ان پر خوف خدا کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی قصداً گناہ کا فعل نہیں کرتے اور اولیاء کے محفوظ ہونے کا صحیح معنی یہ ہے کہ ہر چند کہ بشری تقاضے سے وہ کبھی گناہ کا فعل کر بیٹھتے ہیں لیکن فوراً خدا کو یاد کر کے سنبھل جاتے ہیں اور توبہ کر لیتے ہیں اور بالعموم دوبارہ اس گناہ کو نہیں کرتے اور وہ بہت کم گناہ کا فعل کرتے ہیں۔ اس کے بر

خلاف عام لوگ بہ کثرت گناہ کرتے ہیں اور توبہ کرنے میں سستی کرتے ہیں اور بالعموم وہ توبہ کرنے کے بعد اس گناہ کا اعادہ کرتے ہیں۔[31]

غلام رسول سعیدی کی بیان کردہ عصمت کی تعریف حقائق کے زیادہ قریب ہے کہ اولیاء محفوظ اس شکل میں ہیں کہ انہیں گناہ پر فوراً توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔ گویا اللہ اولیاء میں گناہوں سے بچنے کی طاقت اس قدر عطا کرتا ہے کہ اسے ترک گناہ میں لذت ہوتی ہے۔

تصورِ عصمت پر احسان الٰہی ظہیر کے نقد کا جائزہ

احسان الٰہی ظہیر نے صوفیا پر نقد کیا ہے کہ وہ اولیاء کے بارے معصومیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، حالاں کہ نبی کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ موصوف نے اپنی کتاب میں اپنے نظریے کو مستند کرنے کے لیے جن صوفیا کی عبارات کو نقل کیا ہے ان عبارات کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔ احسان الٰہی ظہیر اپنے نظریے پر "عوارف المعارف" کی عبارت دلیل کے طور پر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ کی حیثیت اپنے مریدین کے لیے ایسے ہوتی ہے کہ وہ ان کے رازوں کا امین ہوتا ہے، جس طرح جبریل علیہ السلام وحی کے امین تھے۔ جبریل علیہ السلام وحی میں خیانت نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح شیخ بھی اپنے مریدین کے رازوں میں خیانت نہیں کرتا اور کسی پر ان کو ظاہر نہیں کرتا۔ جس طرح حضور ﷺ اپنی خواہشات کے مطابق کلام نہیں فرماتے تھے، شیخ بھی ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے حضور ﷺ کا اتباع کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ بھی نفسانی خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا۔[32]

اس عبارت سے موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جیسے حضور ﷺ اپنی خواہشات کے مطابق کلام نہیں کرتے، شیخ بھی اپنی خواہشات کے مطابق کلام نہیں کرتا۔ لہٰذا نتیجہ اخذ کیا کہ صوفیا شیخ کو معصوم مانتے ہیں۔ مذکورہ پہلو کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو اپنی محبت اور رضا کے لیے اتباع رسول کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ ان کے گناہ معاف کرے گا۔ جب صوفی اتباع رسول میں ہو گا تو خواہشات نفسانی شریعت کے تابع ہوں گی، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لیے انسان سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع طلب کی ہے۔ اگر انسان رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر لے تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ حکم ربانی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْم۔[33]

آپ ﷺ کہیے اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخشش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

اتباع رسول کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہشات کو چھوڑ کر رسول کریم ﷺ کی شریعت کے مطابق عمل کرے گا، تو اتباع رسالت ہو گی اور جو بندہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے تو پھر وہ اپنی خواہشات کو ترک کرنے والا ہو ا اور جو اتباع میں آجائے وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال النبی ﷺ:لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔[34]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث کی رو سے جب شیخ تمام کائنات سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے تو اس کی خواہشات دین اسلام کے تابع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے وہ اپنی خواہشات پر عمل نہیں کرتا، اسی بات کو دین اسلام اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے طلب کیا

ہے کہ اپنی خواہشات دین اسلام کے تابع کر دو۔ صاحب عوارف المعارف نے اسے جبریل علیہ السلام سے اس لیے تشبیہ دی کہ وہ تعلیمات رسول اللہ ﷺ میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں کرتا۔ جو شریعت محمدی ﷺ حضور سے لیتا ہے وہ من وعن آگے پہنچاتا ہے اور جب تک وہ اپنی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ اطاعت شرف ہے جب تک اطاعت میں رہے گا اللہ کی رحمت میں رہے گا۔ احسان الٰہی ظہیر نے اپنے مؤقف کی مضبوطی کے لیے دوسری دلیل رسالہ قشیریہ سے دی ہے:

> ولی کے دو معنی ہوتے ہیں: ایک تو یہ کہ یہ فعیل کے وزن پر ہے اور مفعول کے معنی میں ہے یعنی جس کے معاملات کو اللہ سنبھال لیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ پاک فرماتے ہیں۔ "وهويتولى الصالحين" ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ایک لمحے کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتے، بلکہ اس کے امور ومعاملات کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ دوسرا یہ لفظ فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ فاعل سے ہے یعنی اللہ کی عبادت اور اطاعت کا متولی ہوتا ہے چنانچہ اس کی عبادت تولی کی بنیاد پر چلتی ہے۔ لہٰذا اس میں کسی بھی موقع پر نافرمانی اور معصیت کا دخل نہیں ہو سکتا۔[35]

ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ کے ہاں اس کا کیا مقام ہوتا ہے؟ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک عبادت گزار بندے کے مقام و مرتبہ کی روایت کو نقل کیا گیا ہے جس کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ جن چیزوں سے بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں سے ان پر بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے جن کو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور بندہ نوافل کے ساتھ ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔[36] اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے بندے پر اپنی نگہبانی کا اظہار فرمایا، وہ قرب الٰہی کے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ اس کی آنکھوں کی بصارت نور الٰہی، اس کے کانوں کی سماعت سمیع کا فیضان اور اس کے ہاتھوں میں دست قدرت کا فیض حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اس کے باوجود اس کے لیے معصوم کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے۔ امام قشیری نے مرشد کے بارے اپنے عقیدے کا اظہار یوں فرمایا:

> مرید کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مشائخ کے "معصوم" ہونے کا عقیدہ رکھے، بلکہ وہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے اور ان کے بارے میں اچھا گمان رکھے اور اسے جس بات کا حکم دیا جائے اس کے بارے میں اللہ کی حدود کا لحاظ رکھے۔ محمود اور غیر محمود کام میں امتیاز کے لیے اس کا علم کافی ہے۔[37]

مذکورہ عبارت میں امام قشیری نے اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہے اور مرید کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے مشائخ کو معصوم نہ سمجھے کیوں کہ معصوم صرف نبی کی ذات ہے اور جس عبارت کا ذکر احسان الٰہی نے کیا ہے وہاں امام قشیری نے اولیاء کی عبادت کی بناء پر ان سے حسن ظن کا اظہار فرمایا ہے۔

عصمت پر احسان الٰہی ظہیر کے نقد کی دوسری دلیل کا جائزہ

احسان الٰہی ظہیر نے عصمت اولیاء کے نظریے پر ایک دلیل ابو بکر الواسطی کی عبارت نقل کی ہے:

اس نے صوفیا کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ پہلا طبقہ تو وہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انوار ہدایت کی بارش کی۔ یہ کفر، شرک اور نفاق سے معصوم ہوتے ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایتوں کی بارش کی یہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کفایت کے ذریعے احسان کیا۔ یہ لوگ غلط خیالات اور گھٹیا حرکتوں سے معصوم ہوتے ہیں۔[38]

ابو بکر الواسطی کی اسی عبارت کا ترجمہ شاہ محمد چشتی نے کیا ہے، حسب ذیل نقل کیا جاتا ہے:

حضرت ابو بکر الواسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے تین طبقے ہیں: اول: اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں ہدایت حاصل کرنے کی راہ دکھائی ہوتی ہے چنانچہ وہ کفر، شرک اور منافقت سے بچے ہوتے ہیں۔ دوم: ان لوگوں پر اللہ کی خاص مہربانی ہوتی ہے لہٰذا وہ چھوٹے بڑے گناہوں سے بچے ہوتے ہیں۔ سوم: اللہ تعالیٰ نے انہیں کافی کچھ دے رکھا ہوتا ہے چنانچہ وہ دلوں میں بدخیالی سے بچے ہوتے ہیں۔ ان میں غفلت والوں کی حرکتیں نہیں پائی جاتیں۔[39]

شاہ محمد چشتی کی عبارت پر غور کریں کہ کسی جگہ پر معصوم کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، ہدایت اور عنایت سے بندہ گناہوں سے بچتا ہے اور جب بندہ اس کی رحمت کی چادر کے نیچے چلا جائے، تو گناہ اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شہاب الدین سہروردیہ "عوارف المعارف" میں صوفی کی عصمت کے سبب کے متعلق لکھتے ہیں:

اس صورت میں نفس اپنے فانی مرکز سے ہٹ جاتا ہے وہ علمی مدارج میں داخل ہو جاتا ہے، اللہ کی پشت پناہی اور حفاظت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ اللہ کی حسن تدبیر کا ثمرہ ہے کہ اس طور سے انسان کا نفس نظم و ضبط میں آجاتا ہے اور وہ کینہ و نفاق، حسد و عداوت اور تمام پنج اخلاقی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔[40]

جہاں تک اس امر کہ قرآن و سنت میں انسانی خواہشات پر قابو پایا جا سکتا اور شر نفس سے محفوظ ہوا جا سکتا ہے، کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ نے تکمیل ایمان کے لیے خواہشات نفسانی کو شریعت محمدی ﷺ کے تابع رہنا ضروری قرار دیا ہے۔ قرآن نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ:

وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔[41]

اس کا کہنا نہ مان تو، جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

گویا قرآن و سنت نے خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والے کو حد کو عبور کرنے والا قرار دیا ہے اور حقیقی مؤمن وہی ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا، بلکہ شریعت محمدی ﷺ کی پیروی کرتا ہے۔ اس عبارت میں شہاب الدین سہروردی نے اولیاء کی عصمت کا سبب اللہ تعالیٰ حسن تدبیر کے ثمرہ کو قرار دیا ہے، توجہ الٰہی سے ولی برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ ابو نصر سراج الطوسی نے "کتاب اللمع فی التصوف" میں صوفیا کی عصمت کے سبب کو یوں ذکر کیا ہے:

احمد بن عطاء علیہ الرحمہ نے کہا: صوفی کو اس نام سے غیر اللہ کی کدورتوں سے پاک ہونے اور برے لوگوں کے مراتب سے دور ہونے کے باعث پکارا جاتا ہے۔ ابو الحسین نور علیہ الرحمہ نے کہا: خلق سے الگ ہو کر عبادت گزاروں کی صف میں شامل ہونے اور مرتبہ واجدین پر پہنچ کر حق تعالیٰ کی قربت کی وجہ سے نیکوکاروں کا یہ

طائفہ صوفیا اور صوفی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[42]

ابو نصر سراج نے اولیاء کی عصمت پر لفظ صوفی کو دلیل بنایا ہے کہ اسے صوفی اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ گناہوں سے دور ہو جاتا ہے، اسے گناہوں سے بچنے کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے اور عبادت گزاری اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانیت کی معراج کو یوں بیان کیا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔[43]

جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا۔

مذکورہ آیت کے مطابق انسانیت کی معراج گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے حفاظت کو کامیابی قرار دیا ہے، گویا اپنی خواہشات نفسانی کو شریعت محمدی ﷺ کے تابع کرنا معراج انسانیت ہے اور یہی صوفیا کا مقصد حیات ہے۔

حاصل بحث

تصور نبوت و رسالت، خاتم الاولیاء اور عصمت اولیاء پر ناقدین تصوف کے نقد کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ صوفیا کے تصورات قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں۔ ختم نبوت میں ہر گز نقب زنی نہیں کی گئی، بلکہ ان تصورات کو تائید قرآن و سنت حاصل ہے اور ناقدین تصوف کا نقد عقلی اور دیگر مفسرین کے اثرات کی بدولت وقوع پذیر ہوا۔ یہ تصورات شیعہ مذہب سے ہر گز ماخوذ نہیں ہیں اور نہ ہی ان تصورات کی بدولت نبوت و رسالت پر حرف آتا ہے۔ ولایت کے بارے ناقدین کا تصور مبنی بر حقیقت معلوم نہیں ہوتا۔ چونکہ اس سے صوفیا کے متعلق تشکیک کا پہلو نکلتا ہے اور تشکیک پیدا کرنا مستشرقین کا خاصہ ہے۔ لہٰذا یہ نقد ناقدین کے افکار کی تعبیر کے تصور کی بدولت وقوع پذیر ہوا، حالاں کہ صوفیا کا تصور ولایت قرآن و سنت پر مبنی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1 غلام احمد پرویز، **تصوف کی حقیقت**، (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 2008ء)، ص144۔

2 احسان الٰہی ظہیر، علامہ، **تصوف: تاریخ و حقائق**، (لاہور: ادارہ ترجمان السنۃ، 2010ء)، ص264۔

3 غامدی، جاوید احمد، **برہان**، (لاہور: المورد، 2018ء)، ص198-199۔

4 اسرار احمد، ڈاکٹر، **بیان القرآن**، (لاہور: قرآن اکیڈمی، 2016ء)، 6/41۔

5 اسرار احمد، ڈاکٹر، **ہماری دینی و ملی ذمہ داریاں اور قرب الٰہی کے دو مراتب**، (لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، 2005ء)، ص66۔

6 ابن عربی، محمد، **فصوص الحکم**، مترجم: عبد القدیر صدیقی، (لاہور: کتاب محل، سن ندارد)، ص182۔

7 ابن عربی، محمد، **فتوحات مکیہ**، مترجم: میر محمد فاروق، (لاہور: مکتبہ پروگریسو بکس، 2014ء)، 3/342۔

8 ابن عربی، **فصوص الحکم**، ص182۔

9 ایضاً، ص183۔

10 ابن عربی، **فتوحات مکیہ**، 3/344۔

11 ابن عربی، **فصوص الحکم**، ص182۔

12 احسان الٰہی ظہیر، **تصوف: تاریخ و حقائق**، ص234۔

13 ایضاً، ص235۔

14 ابن عربی، **فصوص الحکم**، ص174۔

15 ایضاً، ص18۔

16 ایضاً، ص182۔

17 الطوسی، ابونصر سراج، **کتاب اللمع فی التصوف**، مترجم: اسرار احمد بخاری، (لاہور: کتاب محل، سن ندارد)، ص417۔

18 ایضاً، ص318۔

19 احسان الٰہی ظہیر، **تصوف: تاریخ وحقائق**، ص237۔

20 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1998ء)، 4/139۔

21 ابن عربی، **فصوص الحکم**، ص19۔

22 ایضاً، ص183-84۔

23 ایضاً، ص26۔

24 ایضاً، ص19۔

25 احسان الٰہی ظہیر، **تصوف: تاریخ وحقائق**، ص254۔

26 اسرار احمد، **ہماری دینی وملی ذمہ داریاں اور قرب الٰہی کے دو مراتب**، ص45۔

27 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، **تجدید واحیائے دین**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2006ء)، ص115۔

28 الجرجانی، سید شریف علی، **کتاب التعریفات**، (بیروت: دارالفکر، 1418ء)، ص107۔

29 قاضی، عبدالنبی، **دستور العلماء**، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1421ھ)، 2/234۔

30 تفتازانی، مسعود، **شرح عقائد نسفیه**، (ایران: مطبوعہ منشورات الشریف، 1409ھ)، ص113۔

31 غلام رسول سعیدی، علامہ، **تبیان القرآن**، (لاہور: زید بک سٹال، 2013ء)، 10/126۔

32 احسان الٰہی ظہیر، **تصوف: تاریخ وحقائق**، ص255۔

33 سورۃ آل عمران 31:03۔

34 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام، 2015ء)، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الإیمان، رقم الحدیث: 15۔

35 احسان الٰہی ظہیر، **تصوف: تاریخ وحقائق**، ص257۔

36 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث: 6502۔

37 القشیری، عبدالکریم، **الرسالة القشیریة فی علم التصوف**، مترجم: مفتی محمد صدیق، (لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت، 2009ء)، ص677۔

38 احسان الٰہی ظہیر، **تصوف: تاریخ وحقائق**، ص255۔

39 السلمی، محمد بن الحسین، **طبقات الصوفیاء**، مترجم: شاہ محمد چشتی، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن، 2011ء)، ص215۔

40 شہاب الدین، عمر، **عوارف المعارف**، مترجم: عبدالستار طاہر، (لاہور: شبیر برادرز، 2011ء)، ص91۔

41 سورۃ الکہف 48:18۔

42 الطوسی، **کتاب اللمع فی التصوف**، ص230۔

43 سورۃ الشمس 10:91۔